ثواب و عذاب قبر حصہ دوم

چند شبہات اور ان کے جوابات

شبہ نمبر1:

وہ نصوص جن سے دو موتیں، دو حیاتیں ثابت ہوتی ہیں اگر قبر کی زندگی مانی جائے تو زندگیاں تین بن جاتی ہیں:

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

سورۃ البقرہ: آیت 28

ترجمہ: تم اللہ کا کیسے انکار کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے اللہ نے تمہیں زندگی دی پھر تمہیں موت دے گا پھر حیات دے گا پھر تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

قیامت کے دن کفار کہیں گے "رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِنْ سَبِيلٍ"

سورۃ المومن: آیت 11

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار آپ نے ہمیں دو موتیں دیں اور دو زندگیاں عطا فرمائیں ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا کیا اب بچنے کی کوئی صورت ہے؟

جواب:

اصولی اور مختصر جواب یہ ہے کہ: اہل السنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے ایسی زندگی جس میں حیات نظر آنے والی ہو اور حیات کامل اور مستقل ہو وہ دو ہیں ایک دنیا کی دوسری آخرت کی۔ رہی قبر کی زندگی تو یہ آخرت کی زندگی کا مقدمہ ہے اور یہ ایسی مخفی حیات ہے جو کامل نہیں بلکہ نوعاً من الحیاۃ ہے جس میں میت یا اجزء میت سے روح کا صرف اتنا تعلق رہتا ہے جس سے میت ثواب یا عذاب کو محسوس کرتی ہے۔ قبر کی زندگی کوئی مستقل زندگی نہیں جس طرح ماں کے پیٹ میں ملنے والی زندگی مستقل نہیں بلکہ دنیاوی زندگی کا مقدمہ ہے۔ ان آیات میں کلی اور ظاہری حیاتوں کا تذکرہ ہے۔

مشہور مفسر ابو عبداللہ محمد فخر الدین رازی ت 606ھ سورۃ البقرہ کی آیت 28 کی تفسیر میں فرماتے ہیں

"اِحتَجَّ قَوْمٌ بِهٰذِهِ الآيَةِ عَلىٰ بُطْلَانِ عَذَابِ الْقَبْرِ قالوا لانّه تعالى بَيَّنَ انَّه يُحْيِيهِمْ مَرَّةً فِي الدُّنيا وأُخرىٰ فى الآخرةِ ولَمْ يَذْكُرْ حَياةَ القَبْرِ.....فالجوابُ لَمْ يَلْزَمْ مِنْ عَدَمِ الذِّكرِ فِيْ هٰذِهِ الآيَةِ اَنْ لَا تَكُوْنَ حَاصِلَةً"

مفہوم عبارت: کچھ لوگوں نے اس آیت سے اس بات پہ استدلال کیا ہے کہ قبر میں عذاب نہیں ہوتا: وہ اس طرح کہ اس آیت میں اللہ تعالی نے دو زندگیاں بیان فرمائی ہیں ایک دنیا کی دوسری آخرت کی اس آیت میں قبر کی حیات کا کوئی تذکرہ نہیں فرمایا۔ امام رازی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں اس آیت میں اگر اس حیات کا تذکرہ نہیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حیات ہے ہی نہیں {قبر کی حیات دوسرے دلائل سے ثابت ہے}

مزید فرماتے ہیں: "وأيضاً فلِقَائِلٍ أن يَقُوْلَ: إن الله تعالى ذَكَرَ حياةَ القَبْرِ في هذه الآية لأن قَوْلَه في يُحْيِيكُم لَيْسَ هُو الحياةُ الدائمةُ وإلا لَمَا صَحَّ أن يقول {ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ} لأن كلمة ثُم تَقْتَضِي التَّراخي والرجوعُ إلى الله تعالى حاصِلٌ عقبَ الحياةِ الدَّائمةِ من غيرِ تراخٍ فلَوْ جعلْنَا الآيةَ مِن هذا الوجهِ دلِيلاً على حياةِ القبر كانَ قرِيباً"

مفہوم عبارت: اس آیت کی یہ تفسیر بھی ہو سکتی ہے بلکہ یہ زیادہ بہتر ہے کہ اس آیت میں "یمیتکم "موت سے مراد دنیا کی موت ہے "یحییکم "میں حیات سے مراد قبر کی حیات ہے اس لئے کہ اس کے بعد قیامت کے لئے حرف "ثم "لائے ہیں جو تراخی کے لئے آتا ہے اگر "یحییکم " میں حیات سے مراد آخرت کی حیات لی جائے تو تراخی والا معنیٰ نہیں پایا جائے گا اس لئے بہتر ہے کہ اس حیات سے مراد قبر کی زندگی لی جائے

دیکھئے تفسیر کبیر آیت 28

دوسری آیت کے بارے فرماتے ہیں " وأما قولُه ظاهِرُ الآيةِ يَمْنَعُ مِن إثباتِ الحياةِ فِي القبرِ إذْ لَو حَصلَتْ هٰذِهِ الحَياةُ لكانَ عدد الحياةِ ثلاثَ مرَّاتٍ لَا مرَّتيْنِ فنقول (الجوابُ) عنه من وُجوه: الأولُ: هو أنّ مَقْصُوْدَهُمْ تعْدِيْل أوقاتِ البَلَاء والمحنةِ وهي أرْبعَة الموتة الأولى، والحياة في القبر، والموتة الثانية، والحياة في القيامة، فهذه الأربعة أوقات البلاء والمحنة، فأما الحياة في الدنيا فليست من أقسام أوقات البلاء والمحنة فلهذا السبب لم يذكروها"

مفہوم عبارت: اس آیت کریمہ کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں حیات نہیں ملتی اس لئے کہ اگر قبر میں زندگی ملے تو حیاتیں تین ہو جائیں گی جبکہ اس آیت میں دو کا ذکر ہے امام رزای فرماتے ہیں اس کے کئی جواب دیئے جاسکتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ: اس آیت میں کفار کی ان چار حالتوں کا بیان ہے جس میں انہیں تکلیف ہوتی ہے مشکلات سے گزرنا پڑتا ہے ان میں پہلی حالت دنیوی موت والی، دوسری قبر کی حیات والی، تیسری قبر کی موت والی اور چوتھی آخرت کی حیات والی۔ باقی رہی دنیا کی زندگی تو اس میں چونکہ کفار اکثر مزے سے رہتے ہیں اس لئے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔

مزید تفصیل اور جوابات کے لئے دیکھئے تفسیر کبیر سورۃ المومن آیت 11

شبہ نمبر2:

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

سورۃ البقرہ: آیت 259

استدلال: حضرت عزیر علیہ السلام گزرے سوال حیات بعد الممات کے بارے سوال کیا اللہ تعالی نے آپ کو ایک سو سال تک موت دی دوبارہ اٹھایا اور پوچھا کتنا عرصہ رہے بتایا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ اگر اس دوران زندہ ہوتے تو بتا دیتے کہ ایک سو سال رہا ہوں معلوم ہوا موت کے بعد حیات نہیں ہوتی۔

جواب:

پہلی بات:

یہ گزرنے والے کون تھے؟ اس کے بارے میں کئی اقوال ہیں

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھما وغیرہ فرماتے ہیں کہ گزرنے والے حضرت عزیر تھے۔

جامع البیان طبری سورۃ البقرہ 259

وھب بن منبہ اور دیگر حضرات کا خیال ہے کہ یہ حضرت ارمیاء تھے۔

جامع البیان طبری سورۃ البقرہ 259

امام ابن کثیر نے ایک قول یہ بھی نقل کیا کہ یہ گزرنے والے حضرت حذقیل تھے

تفسیر ابن کثیر سورۃ البقرہ 259

دوسری بات:

کیا حضرت عزیر نبی تھے؟

امام ابو داود رحمہ اللہ نے ایک حدیث حضرت ابو ہریرۃ کے واسطہ سے نقل کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وَمَا أَدْرِي أَعُزَيْرٌ نَبِيٌّ هُوَ أَمْ لَا"

سنن ابی داود باب فِي التَّخْيِيرِ بَيْنَ الأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ

مجھے نہیں معلوم کہ عزیر نبی تھے یا نہیں۔

تیسری بات:

اللہ تعالی کے سوال کرنے پر حضرت عزیر نے جواب تو دیا آپ کا جواب دینا دلیل ہے کہ حیات تھی وگرنہ فرمادیتے مجھے کیا پتہ میں تو زندہ ہی نہیں تھا باقی صحیح جواب نہ دینا عدم حیات کی دلیل نہیں بلکہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے پاس علم کلی نہیں۔

اگر صحیح جواب نہ دینا عدم حیات کی دلیل ہے تو ان آیات کے بارے کیا کہا جائے گا؟

اصحاب کہف جب تین سو نو سال بعد اٹھے تو ایک دوسرے سے سوال کیا

وَ كَذَٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ

سورۃ الکہف: آیت 19

قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ

سورۃ المومنون: آیت 112،113

حضرت عزیر، اصحاب کہف اور کافروں نے اتنی لمبی مدت کو یوما او بعض یوم کیوں کہا؟

اسکی وجہ یہ ہے کہ انسانی فطرت ہے کہ خوشی کا زمانہ جتنا بھی زیادہ ہو کم لگتا ہے اور تکلیف کا زمانہ جتنا بھی کم ہو زیادہ لگتا ہے اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مومن کے لئے خوشی کا زمانہ وہ موت کے بعد کا ہے اور کافر کے لئے خوشی کا زمانہ وہ موت سے پہلے کا ہے۔

چنانچہ امام ابو کر احمد بن حسین بن علی البیھقی ت 458ھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے ایک روایت لائے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

شعب الایمان بیہقی حدیث نمبر 10461

ترجمہ: یہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ {تکلیف کا زمانہ ہے، اپنی مرضی سے نہیں رہتا} اور کافر کے لئے جنت ہے {خوشی کا زمانہ ہے، اپنی مرضی سے رہتا ہے}

دوسری حدیث جسے امام ابو عیسی محمد بن عیسیٰ ترمذی ت 279ھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطہ لائے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ

سنن ترمذی حدیث نمبر 2460

ترجمہ: قبر یا تو جنت کا ایک باغ ہے یا پھر جہنم کا ایک گڑھا۔

ان دو حدیثوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت اور موت کے بعد برزخ کا زمانہ صالح مومن کے لئے جنت اور کافر کے لئے قید خانہ۔ لہذا اس انسانی فطرت کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت عزیر کے لئے 100 سال وہ راحت کا زمانہ تھا تو انہوں نے اس حساب سے جواب دیا اور کافروں کے لئے راحت کا زمانہ وہ دنیا کی زندگی تھی انہوں نے اس حساب سے جواب دیا۔

فائدہ:

اس پہ ایک بات میں عرض کرتا ہوں اسے سمجھیں: ایک یہ عالم ہے جسے دنیا کہتے ہیں اور ایک ہے موت کے بعد کا عالم جسے برزخ، آخرت کہتے ہیں ۔ دونوں میں کئی فرق ہیں ان میں سے ایک یہ کہ دنیا کے ہزار سال موت کے بعد کا ایک دن بنتا ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام چونکہ عالم برزخ میں رہ کر آئے تھے تو انہوں نے وہاں کے حساب سے جواب دیا اور اللہ پاک نے دنیا کے اعتبار سے 100 سال فرمایا۔

شبہ نمبر3:

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ

سورۃ النحل: آیت 20.21

استدلال: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علاوہ ہر کسی کو مردہ فرمایا اس میں نبی، ولی سب شامل ہیں تو حیات کیسی ؟

جواب:

پہلی بات:

ان آیات کی مختصر تفسیر یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ جس جس کی تم عبادت کرتے ہو وہ عبادت کے لائق نہیں ہے کیونکہ وہ مخلوق ہیں خالق نہیں اپنے وجود میں دوسروں کے محتاج ہیں وھم یخلقون وہ اتنے محتاج ہیں کہ جب تک انکو بنانے والا کوئی نہ ہو یہ بنتے نہیں۔ اگر وہ ملائکہ ہیں تو انہیں اللہ نے بنایا ہے اگر وہ اصنام ہیں تو تم نے بنایا، اور خدا "صمد" ہوتا ہے کسی کا محتاج نہیں ہوتا جو محتاج ہو وہ خدا نہیں۔

اموات غیر احیاء یہ معبود عاجز ہیں یا تو ایسے مردہ ہیں کہ ان میں کبھی حیات آئی ہی نہیں جیسے بت: یا پھر اپنے آپ کو موت سے نہیں بچا سکتے ان پر موت نے آنا ہے یہ موت کا محل ہیں جیسے انسان اور خدا عاجز نہیں ہوتا بلکہ قادر ہوتا ہے۔

ومایشعرون ایان یبعثون: ان معبودوں کا علم بھی ناقص ہے انکو معلوم نہیں کہ انکو کب اٹھایا جائیگا اور یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کی عبادت کرنے والے کب اٹھائے جائیں گے ؟ اور جس کا علم ناقص ہو وہ معبود نہیں ہو سکتا۔ تو معبود وہ ہوتا ہے جو خالق بھی ہو قادر بھی ہو اور اسکا علم کامل بھی ہو لہذا اس آیت کریمہ کا تعلق عقیدہ توحید سے ہے نہ کہ موت کے بعد اور قیامت سے پہلے والی زندگی سے۔

دوسری بات:

ان آیات میں من دون اللہ سے کون مراد ہیں؟ مفسرین کی ایک بڑی تعداد کہتی ہے مراد بت ہیں اس پہ قرینہ اموات کے بعد غیر احیاء کا اضافہ ہے چنانچہ مشہور مفسر ابو عبد اللہ محمد فخر الدین رازی ت 606ھ فرماتے ہیں:

قوله{أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَآءٍ}والمعنى أنها لو كانت آلهة على الحقيقة لكانوا أحياء غير أموات، أى غير جائز عليها الموت كالحى الذى لا يموت سبحانه وتعالى وأمر هذه الأصنام على العكس من ذلك

فإن قيل: لما قال {أَمْوَاتٌ} عُلِم أنها غيرُ أحياء فما الفائدة فى قوله {غَيْرُ أَحْيَآءٍ} .

والجواب من وجهين: الأول: أن الإله هو الحى الذى لا يحصل عقيب حياته موت، وهذه الأصنام أموات لا يحصل عقيب موتها الحياة

تفسیر کبیر سورۃ النحل آیت 21

مفہوم عبارت: اللہ رب العزت نے یہاں صرف ﴿اَمْوَاتٌ﴾ نہیں فرمایا بلکہ ﴿اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ﴾ فرمایا ہے کہ اے مشرکو! خدا کو چھوڑ کر جن کی تم پوجا کرتے ہو یہ ایسے مردے ہیں کہ جن میں کبھی روح آئی ہی نہیں ہے۔ اور اللہ ایسے زندہ ہیں کہ ان پہ کبھی موت نہیں آئے گی۔

جس میں روح آئے اور قبض ہو جائے وہ "میت" ہوتا ہے اور جس میں روح آئے ہی نہیں اسے "مَيِّتٌ غَيْرُ حَيٍّ" کہتے ہیں۔ تو یہ آیت بتوں کے بارے میں ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی ت 911ھ فرماتے ہیں:

والذين تدعون } بالتاء والياء تعبدون {من دون الله } وهم الأصنام

تفسیر جلالین سورۃ النحل آیت 20

مفہوم: اس آیت میں من دون اللہ سے مراد بت ہیں۔

سوال:

اگر من دون اللہ سے مراد بت ہے تو پھر اللہ نے فرمایا وما یشعرون ایان یبعثون تو کیا قیامت کے دن بتوں کو بھی اٹھایا جائیگا؟

جواب 1:

امام ابو عبد اللہ محمد فخر الدین رازی ت 606ھ فرماتے ہیں

والضمير في قوله : {وَمَا يَشْعُرُونَ} عائد إلى الأصنام وفي الضمير في قوله, {يُبْعَثُونَ} قولان : أحدهما : أنه عائد إلى العابدين للأصنام يعني أن الأصنام لا يشعرون متى تبعث عبدتهم

تفسیر کبیر سورۃ النحل: آیت 21

مفہوم: یشعرون کی ضمیر فاعل کا مرجع بت ہیں اور یبعثون کی ضمیر مفعول کے مرجع میں دو قول ہیں ان میں سے ایک یہ کہ اس کا مرجع عبادت کرنے والے لوگ ہیں یعنی ان بتوں کو معلوم نہیں کہ ان کی عبادت کرنے والے انسانوں کو کب اٹھایا جائے گا۔

حافظ جلال الدین سیوطی ت 911ھ فرماتے ہیں:

وما يشعرون } أي الأصنام { أيان } وقت { يبعثون } أي الخلق

تفسیر جلالین سورۃ النحل آیت 21

مفہوم: ان بتوں کو معلوم نہیں کہ ان کی عبادت کرنے والے انسانوں کو کب اٹھایا جائے گا۔

جواب 2:

امام ابو عبد اللہ محمد فخر الدین رازی ت 606ھ فرماتے ہیں:

اگر ضمیر مفعول کا مرجع بت ہوں تو اب اس سوال کہ کیا بتوں کو اٹھایا جائے گا؟ کا جواب یہ ہے کہ جی ہاں بتوں کو اٹھایا جائے گا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے منکرین قرآن کو چیلنج دینے کے بعد فرمایا:

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة

سورۃ البقرۃ: آیت

اگر تم اس قرآن جیسی ایک سورت بھی نہیں بنا سکتے تو اس آگ سے بچنے کی فکر کرو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔

اور کئی ایک مفسرین نے ترجمان القرآن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ت 68ھ کا فرمان نقل کیا آپ فرماتے ہیں:

إن الله يبعث الأصنام ولها أرواح ومعها شياطينها

اللہ پاک بتوں میں روح ڈال کے ان کو اٹھائیں گے اور ان کے ساتھ شیاطین اور متبعین بھی ہوں گے۔

حافظ عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزی ت 597ھ

زاد المسیر فی علم التفسیر سورۃ النحل آیت 21

امام ابو عبد اللہ محمد فخر الدین رازی ت 606ھ

تفسیر کبیر سورۃ النحل آیت 21

امام محمد بن احمد بن ابو بکر بن فرح انصاری، خزرجی قرطبی ت 671ھ

الجامع لاحکام القرآن سورۃ النحل آیت 21

مفسر ابو حفص سراج الدین عمر بن علي بن عادل الحنبلی الدمشقی ت 775ھ

اللباب فی علوم الکتاب سورۃ النحل آیت 21

امام شمس الدین محمد بن احمد الشربینی ت 977ھ

السراج المنیر سورۃ النحل آیت 21

تیسری بات:

اگر من دون اللہ میں عموم کیا جائے یعنی اس سے مراد بت بھی ہیں اور انسان وملائکہ بھی ہیں۔ تو اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ ان میں سے بعض دواماً اموات ہیں جیسے بت کہ ان میں حیات آئی ہی نہیں۔ اور بعض فی الحال مردہ ہیں جیسے وہ بزرگ جو اس دنیا سے چلے گئے اور بعض فی المآل اموات ہیں جیسے ملائکہ، حضرت عیسی علیہ السلام وغیرہ۔ مقصد اس آیت کا صرف اتنا ہے کہ اللہ کے علاوہ تمام معبودین موت کا محل وقوع ہیں۔ اس آیت میں غیر اللہ سے الوہیت اور معبود ہونے کی نفی کی جارہی ہے کہ جو موت کا محل ہو بھلا وہ بھی خدا ہو سکتا ہے؟

شبہ نمبر 4:

اعادہ روح کا عقیدہ آیت قرآنی اللہ یتوفی الانفس حین موتہا کے خلاف ہے۔

جواب نمبر 1:

اس آیت میں اگر بوقت وفات قبض روح کا ذکر ہے تو دوسری آیت میں قبر وبرزخ میں حیات کا ذکر ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

جواب نمبر 2:

اس آیت میں ایک خاص امساک کا ذکر ہے وہ یہ کہ انسان جو اپنے اختیار سے کام کرتا ہے، جسم کی نشو ونما ہوتی ہے وہ موت کے بعد ختم ہو جاتے ہیں چنانچہ مفتی بغداد شہاب الدین سید محمود بن عبد اللہ المعروف آلوسی ت 1270ھ فرماتے ہیں:

یقبضھا عن الابدان بأن یقطع تعلقھا تعلق التصرف

تفسیر روح المعانی سورۃ الزمر آیت 42

مفہوم: ارواح کو اس طرح قبض فرماتے ہیں کہ ابدان سے تعلق تصرف ختم کر دیا جاتا ہے۔

شبہ نمبر5:

امام مالک بن انس رحمہ اللہ ت 179ھ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إنما نسمةُ المؤمنِ طير يُعلّق في شجرِ الجنة حتىٰ يَرْجِعَهُ اللهُ إلىٰ جَسَدِهٖ يَوْمَ يَبْعَثُه

موطا امام مالک باب جامع الجنائز: ص221

مفہوم: مومن کی روح ایک پرندے کی صورت میں جنت کے درخت میں لٹکائی جاتی ہے جس دن اللہ تعالی اس کے جسم کو اٹھائیں گے تو اس کی طرف روح کو لوٹائیں گے۔ معلوم ہوا اس سے پہلے روح نہیں آتی۔

جواب:

سلطان المحدثین ملا علی قاری ت 1014ھ فرماتے ہیں:

حتىٰ يَرْجِعَهُ اللهُ فِي جَسَدِهٖ أي يَرُدُّهٗ إلَيْهِ رَدًّا كَامِلاً فِي بَدَنِهٖ يَوْمَ يَبْعَثُه

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج5 ص365 باب مایقال عند من حضرہ الموت

مفہوم: یعنی کامل مکمل حیات قیامت کے دن عطا کی جائے گی۔

ثواب وعذاب قبر کے دلائل

آیت نمبر1:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ

سورۃ التوبہ: آیت 101

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے لئے قیامت سے پہلے دو عذابوں کو ذکر کیا ہے مفسرین کے نزدیک ان میں سے ایک عذاب قبر کا ہے اس پہ چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

1: عنِ ابنِ عبَّاس فِي هٰذِهِ الآيةِ قال قام رسولُ الله صلىّ اللهُ عليه وسلم خَطِيبًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فقال أُخْرُجْ يا فلان، فإنكَ مُنافِق واخْرُجْ يا فلان فإنك منافق فَأَخْرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ نَاساً مِنْهُمْ فَضَحَهُمْ فَجَاءَ عُمَر وهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاخْتَبَأَ مِنْهُمْ حَيَاءً أنه لمْ يَشْهَدِ الجمعةَ وظنَّ أن الناسَ قدِ انْصَرَفُوْا، واختبئوهُم من عمرَ ظنُّوا أنه قد عَلِمَ بأمرِهمْ فجاء عمر فدخل المسجدَ فإذا النَّاسُ لم يُصلُّوا فقال له رجل من المسلمين أَبْشِرْ يا عمر قد فَضَحَ اللهُ المنافقينَ الْيَوْمَ قال ابن عباس فهذا العذاب الأول حين أخرجهم من المسجد، والعذاب الثاني عذاب القبر

تفسیر ابن کثیر سورۃ التوبہ: آیت 101

مفہوم: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ دوران خطبہ ارشاد فرمایا: اے فلاں: مسجد سے نکل جا اس لئے کہ تو منافق ہے۔ اے فلاں: تو بھی مسجد سے نکل جا تو بھی منافق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند منافقوں کا نام لے کر ان کو رسوا کر کے مسجد سے نکال دیا۔ جس وقت حضرت عمر مسجد میں تشریف لے آئے تو منافقین مسجد سے نکل رہے تھے۔ حضرت عمر سمجھے آج جمعہ رہ گیا یہ منافق کیا سمجھیں گے۔ اور منافقین حضرت عمر سے چھپ رہے تھے۔ انہوں

نے سمجھا کہ حضرت عمر کو ساری صورت حال کا علم ہے۔ چنانچہ حضرت عمر مسجد پہنچے تو دیکھا ابھی تو نماز جمعہ نہیں ہوئی ایک صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو خوشخبری ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آج منافقین کو رسوا کر دیا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہ ان پر پہلا عذاب تھا اور دوسرا عذاب عذابِ قبر ہے۔

2: امام محمد بن عمر بن حسین المعروف فخر الدین رازی ت 604ھ اس آیت کے تحت عذاب ثانی کی مراد میں کئی اقوال نقل کر کے فرماتے ہیں

"والأولى أن يقال مراتب الحياة ثلاثة: حياة الدنيا، وحياة القبر، وحياة القيامة، فقوله: {سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ} المراد منه عذاب الدنيا بجميع أقسامه، وعذاب القبر. وقوله: {ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ} المراد منه العذاب في الحياة الثالثة، وهي الحياة في القيامة"

تفسیر کبیر سورۃ توبہ آیت 101

مفہوم: بہتر یہ ہے کہ اس آیت کی یہ تفسیر کی جائے کہ حیات کے تین مراتب ہیں ایک ہے دنیا کی حیات دوسری ہے قبر کی حیات اور تیسری ہے قیامت کی زندگی۔ تو اس آیت میں پہلے دو عذابوں سے مراد دنیا کی ساری تکالیف اور قبر کا عذاب ہے اور عذاب عظیم سے مراد آخرت کی قیامت کا عذاب ہے۔

3: علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم المعروف خازن ت 725ھ فرماتے ہیں:

" سنعذبهم مرتين اختلف المفسرون في العذاب الأول مع اتفاقهم على العذب الثاني هو عذاب القبر بدليل قوله ثم يردون إلى عذاب عظيم وهو عذاب النار في الآخرة فثبت بهذا أنه سبحانه وتعالى يعذب المنافقين ثلاث مرات مرة في الدنيا ومرة في القبر ومرة في الآخرة"

تفسیر خازن سورۃ توبہ آیت 101

مفہوم: اس آیت میں جو پہلا عذاب ہے اس کے بارے مفسرین کے کئی اقوال ہیں، دوسرے عذاب سے مراد عذاب قبر ہے اس پہ مفسرین کا اتفاق ہے۔

آیت نمبر 2:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ

سورۃ ابراہیم: آیت 27

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کو اس مضبوط بات (یعنی کلمہ ایمان) کے ذریعے دنیا کی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت کی زندگی میں بھی۔

اس آیت کی تفسیر میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل کی ہے:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ قَالَ: نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ، فَيُقَالُ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللّٰهُ، وَنَبِيِّي مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾.

(صحیح مسلم: ج2 ص386 کتاب التوبۃ. باب عرض مقعد المیت الخ)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت "يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ" کے متعلق فرمایا کہ یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو) اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اللہ تعالیٰ کے فرمان "يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ" کا یہی مطلب ہے۔

احادیث مبارکہ

حدیث نمبر 1:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ يَهُودِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا: أَعَاذَكِ اللهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ: "نَعَمْ! عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ" قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلّٰى صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

(صحیح البخاری: ج1 ص183، باب ماجاء فی عذاب القبر)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی۔ اس نے عذاب قبر کا تذکرہ کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگی: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں عذاب قبر ہوتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو عذاب قبر سے پناہ مانگی۔

حدیث نمبر 2:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرَيْنِ فَقَالَ: "إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ مِنْ كَبِيرٍ" ثُمَّ قَالَ: "بَلٰى! أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَسْعٰى بِالنَّمِيمَةِ وَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ" قَالَ: ثُمَّ أَخَذَ عُودًا رَطْبًا فَكَسَرَهُ بِاثْنَتَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلٰى قَبْرٍ ثُمَّ قَالَ: "لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا".

(صحیح البخاری: جلد1 ص184، باب عذاب القبر من الغیبۃ والبول)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے قریب سے گذرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا، بلکہ ایک کو تو اس لیے عذاب ہو رہا ہے کہ وہ چغلی کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک تر ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کئے، ان دو ٹکڑوں میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا، پھر ارشاد فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

حدیث نمبر 3:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ: "يَهُودُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا".

(صحیح البخاری: ج1 ص184 باب التعوذ من عذاب القبر)

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج غروب ہونے کے بعد نکلے۔ آپ نے ایک آواز سنی تو فرمایا: یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہوتا ہے۔

حدیث نمبر 4:

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطٍ لِبَنِي النَّجَّارِ عَلٰى بَغْلَةٍ لَهٗ وَنَحْنُ مَعَهٗ إِذْ حَادَتْ بِهٖ فَكَادَتْ تُلْقِيهِ وَإِذَا أَقْبُرٌ سِتَّةٌ أَوْ خَمْسَةٌ أَوْ أَرْبَعَةٌ فَقَالَ: "مَنْ يَعْرِفُ أَصْحَابَ هٰذِهِ الْأَقْبُرِ؟" فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا! قَالَ: "فَمَتٰى مَاتَ هٰؤُلَاءِ؟" قَالَ: مَاتُوا فِي الْإِشْرَاكِ. فَقَالَ: "إِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ تُبْتَلٰى فِي قُبُورِهَا فَلَوْلَا أَنْ لَا تَدَافَنُوا لَدَعَوْتُ اللهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِي أَسْمَعُ مِنْهُ."

(صحیح مسلم: ج2 ص386 کتاب التوبۃ. باب عرض مقعد المیت الخ)

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہو کر بنی نجار کے باغ میں جا رہے تھے اور ہم لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ اچانک وہ سواری بدک گئی، قریب تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیچے گرا دے۔ وہاں اس جگہ دیکھا کہ چھ، پانچ یا چار قبریں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا کوئی ان قبر والوں کو پہچانتا ہے؟ ایک آدمی نے عرض کیا: جی ہاں! میں ان قبر والوں کو جانتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ لوگ کب مرے ہیں؟ اس آدمی نے عرض کیا: یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں کو ان قبروں میں عذاب ہو رہا ہے، کاش کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی قبر کا عذاب سنا دے جیسے میں سن رہا ہوں۔

اجماع امت

1: انعقد الإجماع علی عذاب القبر علی الروح والجسد جمیعا

تفسیر مظہری ج9 ص77

2: جمہور علماء اہلسنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ برزخ میں جسم اور روح دونوں کی تعذیب یا تنعیم ہو گی

فتاوی حقانیہ ج1 ص181

سوال۔ اگر کسی فوت شدہ شخص کو دفن نہ کیا جائے بلکہ اس کو جلا کر راکھ کو ہوا میں اڑا دیا جائے یا دریا برد کر دیا جائے تو کیا اس کو بھی قبر کا عذاب وثواب ہو گا یا نہیں؟ نیز عذاب قبر اور عذاب برزخ میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

جواب۔ میت کو قبر میں عذاب وثواب کا ہونا قرآن مجید اور احادیث سے صراحتاً ثابت ہے اور قبر اسی جگہ کا نام ہے جہاں میت کے اجزاء پڑے ہوں خواہ حسی یعنی معروف قبر میں ہوں یا نہ۔ جملہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ میت کے اجزاء کو خواہ ہوا میں اڑا دیا گیا ہو یا دریا برد کر دیا گیا ہو یا کوئی درندہ اس کو ہڑپ کر جائے تو بھی اس کو عذاب وثواب قبر کا سامنا کرنا پڑے گا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ برزخ اور قبر دونوں ایک ہی نام ہیں اور مرنے کے بعد تا قیامت زندگی کو برزخی زندگی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

فتاوی حقانیہ ج1 ص182

3: قبر اور برزخ میں ثواب وعذاب جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔ یہی مذہب جمہور اہل سنت کا ہے اور یہی حق ومنصور ہے۔
تسکین الصدور ص95

اکابرین دیوبند

1. حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ: تعذیب وتنعیم کی مدرک روح ہے اصالۃ نہ جسد مگر تبعا

[امداد الفتاویٰ ج6 ص128]

اور اسی جگہ عذاب اور ضغطہ ہوتا رہتا ہے خواہ جسد کہیں ہو اور درندوں نے کھالیا ہو یا سوختہ ہو کر متفرق ہو گیا ہو البتہ اجزائے جسدیہ کے ساتھ اس کو کچھ تعلق رہتا ہے اس تعلق کی وجہ سے ان اجزاء میں بھی اگر اس قدر حیات باقی رہی جس سے عذاب وثواب کا اثر جسد پر بھی آجاوے تو کچھ بعید نہیں چنانچہ اخبار کثیرہ سے ثابت ہوا کہ بعض اہل قبور کا عذاب لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کی بناء ہی بالعیت ہے۔

[امداد الفتاویٰ ج6 ص129]

2. حضرت مفتی عزیز الرحمان رحمہ اللہ: عذاب روح پر مع جسم کے ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر احادیث سے ثابت ہے۔

[فتاوی دارالعلوم دیوبند ج5 ص289]

3. اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ کہ راحت وعذاب قبر روح وبدن دونوں کو ہوتا ہے، ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں معتزلہ اور روافض کا عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب قبر فقط روح پر ہے۔

[خیر الفتاویٰ ج1 ص181]

4. عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ عذاب قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے احادیث اور آیات سے ثابت ہے۔

[فتاوی محمودیہ ج1 ص351]

5. بعض علماء کا خیال ہے کہ عذاب قبر صرف روح کو ہوتا ہے اور روح کا تعلق قبر سے رہتا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ عذاب روح اور جسد دونوں پر ہوتا ہے کیونکہ مردہ کا قبر میں جاکر زندہ ہونا قرآن سے ثابت ہے۔

[احسن الفتاویٰ ج4 ص204]

6. جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک یہ [عذاب] روح مع الجسد پر ہوتا ہے یعنی جسد عنصری کے ساتھ روح کا اس درجے میں تعلق قائم ہو جاتا ہے کہ جسم میں ایک قسم کی حیات پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ عذاب ونعمت کا ادراک کر سکتا ہے۔

[ایضاح المشکوۃ ج1 ص204 مولانا رفیق احمد رفیق]

7. علامہ انور شاہ کشمیری: اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک جسم کے کل یا بعض حصے کو عذاب روح کے ساتھ ہوگا لہذا محمد بن جریر وغیرہ کی رائے بھی غلط ہے کہ عذاب کے وقت روح کا جسم میں لوٹنا ضروری نہیں ہے۔

[انوار الباری ج8 ص34]

8. مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل السنۃ والجماعۃ کے اجتماعی عقیدوں میں ایک عقیدہ یہ ہے کہ قبر یعنی عالم برزخ میں موجن وکافر سب سے سوال ہوگا اور کافر وفاسق کو عذاب ہوگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور سمجھنے کے لیے مطلق زندگی کا ہونا ضروری ہے، جو انسان کے کسی جزو سے متعلق ہو سکتی ہے۔

[معارف القرآن کاندھلوی رحمہ اللہ ج4 ص261]

9. مولانا عبد الحق حقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جمہور علماء اہل السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ برزخ میں جسم وروح دونوں کی تعذیب یا تنعیم ہوگی۔

[فتاویٰ حقانیہ ج1 ص181]

10. شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قبر وبرزخ میں ثواب وعذاب جسم وروح دونوں کو ہوتا ہے اور روح کا جسم کی طرف اعادہ ہوتا ہے لیکن دنیا کی طرح اعادہ نہیں بلکہ روح کا بدن کے ساتھ اتصال اور تعلق قائم کر دیا جاتا ہے اور بعض کے نزدیک روح کا جسم پر یا اس کے اجزاء پر پرتو پڑتا ہے جس کو وہ اشراق یا اشراف سے تعبیر کرتے ہیں، اور اس اتصال وتعلق سے ایک گنہ حیات [نوع من الحیات] مردہ کو حاصل ہوتی ہے جس سے وہ نکیرین کا جواب بھی دیتا ہے اور ثواب وعذاب بھی محسوس کرتا ہے۔ یہی مذہب جمہور اہلسنۃ کا ہے اور یہی حق ومنصور ہے۔

[نفحات التنقیح شرح المشکوۃ المصابیح ج1 ص637]